مدلل اور جامع طریقہ پر اپنا دفاع نہ کر سکتا۔ البتہ دو چیزیں قابلِ عرض کہتے کے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "ناقد موصوف کا کئی جگہ اپنے اکابر کے فکر کو بطورِ معیار پیش کرنا بھی کھٹکتا ہے" میں نے تو صرف جہاد کے سلسلے میں ایک جگہ حضرت تھانویؒ کا ملفوظ نقل کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اگر مجھے یہ ملفوظ نہ ملتا تو میرا یہ اشکال کہ مسلمانوں نے ایران و شام وغیرہ پر کیوں حملہ کیا برسوں سے دل میں کھٹکتا تھا۔ مولانا مودودی کی "الجہاد فی الاسلام" اور متعدد علماء سے پوچھ تاچھ سے بھی حل نہ ہوا تھا، اس ملفوظ سے حل ہوا۔ دوسری چیز یہ ہے کہ سورۂ ماعون کی تفسیر میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ان نمازیوں کے لیے بھی ویل ہے جو حسنِ معاملت میں رکاوٹ ڈالتے ہیں یہ صحیح نہیں، "ویل" تو "ساہون" ہونے کی علت سے ہے باقی اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے صفات مزید بیان فرمائے ہیں اور سورت کا یہ ٹکڑا منافقین کے حق میں ہے۔ فقط والسلام۔

لہ اگلے الفاظ جن میں ماعون کا ذکر ہے وہ اسی آیت ساہون کی تفسیر و بیان ہے نہ کہ اضافی چیز۔ نیز غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے فی صلوتھم ساھون کی بجائے عن صلوتھم ساھون کے الفاظ فرمائے ہیں جن سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ کچھ صفات کے حامل لوگ نماز پڑھنے کے باوجود نماز سے دور ہی رہتے ہیں یعنی عبادات میں ریا اور معاملات میں کوتاہی نماز پڑھنے والوں کے لیے ویل کا سبب ہے۔ گویا جو نماز ایسی مکمل زندگی سے بارآور نہ ہوئی وہ سہو کی نماز ہے خواہ وہ اہتمام سے ہی ادا کی گئی ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ میں نے محترم زبیدی صاحب کے تبصرہ پر جس تعلیق کی ضرورت محسوس کی تھی، مؤلف موصوف کے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ (حاکمیت رب العالمین) کے بارے میں اس تنقیدی مراسلہ کے بعد محترم مؤلف کے غیر مربوط فکر کی ایک دوسری انتہا بلکہ ناقص تر تصورِ دین کی طرف اشارہ بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جناب مؤلف کو کتاب و سنت کے ایک نہایت اہم موضوع پر سارے قرآن اور ذخیرۂ احادیث میں کوئی چیز نہ مل سکی ہے۔ حالانکہ اقامتِ دین کی تکمیل خلافتِ اسلامیہ پر جا کر ہی ہوتی ہے۔ اور کتاب و سنت میں نہ صرف اس کا اجمالی ذکر بلکہ تفصیلات تک بھری پڑی ہیں۔ فی الحال اگر مؤلف اخلاص کے مدعی ہیں تو وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ (الاعراف: ۳۹) اور أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ (بخاری مسلم) ایک آیت اور ایک حدیث پر غور شروع کریں۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ دعوتِ دین کی حد تک تو قرآن کا حکم وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ الآية (۳/۱۰۴) فرض کفایہ ہے لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین ہے (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ ۳/۱۱۰) جس میں پہلا درجہ مَنْ رَّأٰى مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ کی رو سے حکمرانہ طاقت کا ہے۔ دراصل مؤلف کا یہ تصور ٹھیک تھا کہ دین کا کوئی شعبہ دوسرے کا مقصودِ حقیقی نہ ہے لہٰذا میں نے اس کی تائید کی تھی لیکن یہ کہنا کہ ان شعبوں کا آپس میں ارتباط نہ ہے جس سے کوئی مکمل نظام تشکیل پاتا ہو اور اس اعتبار سے کسی میں کوتاہی دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہو، بالکل غلط ہے۔ سفاہتِ فہم و تدبر۔